مرزائی اور تعمیر مسجد

اسلام کے ساتھ ایک بدترین مذاق

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

دیباچہ طبع اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قادیانیت قریباً ایک صدی سے اسلام کے خلاف بر سر پیکار ہے مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریز کے ظل حمایت میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ خود کو چودھویں صدی کا محمد رسول اللہ رحمتہ للعالمین اور صاحب کوثر قرار دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کی۔ لہٰذا امت نے بالاتفاق اسے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء سے قبل تک حکومتی دائرے میں قادیانیوں کی حیثیت مسلمانوں کی سمجھی جاتی تھی اور اسلام ایک اسلامی ملک میں قادیانیوں کے مقابلہ میں بے بس تھا۔ لیکن ۷ ستمبر کے آئینی فیصلے میں حکومتی سطح پر بھی قادیانیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اس لئے اب ان پر وہ تمام احکام جاری ہوں گے، جو کسی غیر مسلم فرقہ کے ہیں۔ ان احکام کا خلاصہ یہ ہے کہ قادیانی، مسلمانوں کی اصطلاحات اور مذہبی شعائر کو استعمال کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ نہ وہ مسجد تعمیر کر سکتے ہیں۔ نہ مسجد کی شکل و وضع پر اپنی عبادتگاہ بنا سکتے ہیں۔ الغرض وہ تمام اسلامی امور جو ایک کافر اور مسلم کے درمیان امتیاز پیدا کرتے ہیں۔ قادیانی گروہ ان کو اپنانے کا قانوناً اور اخلاقاً مجاز نہیں۔ یہ رسالہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس میں قرآن کریم، حدیث نبوی اور اکابر امت کے ارشادات کی روشنی میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ کسی غیر مسلم کو تعمیر مسجد اور اذان وغیرہ کی اجازت نہیں۔ اور قادیانی چونکہ غیر مسلم ہیں اس لئے ملت اسلامیہ کا فرض ہے کہ انہیں کسی قیمت پر بھی تعمیر مسجد اور اذان کی اجازت نہ دے۔

محمد یوسف لدھیانوی عفا اللہ عنہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان۔

دیباچہ طبع دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ امابعد

رسالہ "مرزائی اور تعمیر مسجد" معمولی اصلاح و ترمیم کے بعد دوبارہ طباعت کے لئے جارہا ہے، نامناسب نہ ہوگا کہ یہیں مختصراً ان نکات کا بھی جائزہ لیا جائے جو اس مسئلہ میں قادیانیوں کی طرف سے اٹھائے جاتے ہیں۔

۱............ قادیانیوں کا کہنا ہے کہ "۷ ستمبر کی آئینی ترمیم میں انہیں غیر منصفانہ طور پر "غیر مسلم" قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے وہ مسلمان ہیں، اور اسلامی شعائر کو اپنانے کا حق رکھتے ہیں۔ " لیکن قادیانیوں کا یہ اصرار معروضی طور پر غلط ہے، کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ نبوت نہ صرف مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں میں باصرار و تکرار موجود ہے، بلکہ خود قادیانیوں کو بھی مسلم ہے، اور یہ اسلام کا مسلمہ اصول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت کفر ہے، چنانچہ ملا علی قاری" ـــــ جنہیں قادیانی بھی مجدد تسلیم کرتے ہیں ـــــ شرح فقہ اکبر ص۔ ۲۰۲ میں لکھتے ہیں :

دعوى النبوة بعد نبينا ﷺ كفر بالإجماع

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ بالا جماع کفر ہے۔

اور خود مرزا غلام احمد قادیانی بھی دعویٰ نبوت سے پہلے مدعی نبوت کو خارج از اسلام قرار دیتے تھے۔ پس جس طرح یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اسی طرح یہ بھی قطعی فیصلہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا اور اس کو ماننے والے خارج از اسلام ہیں۔

۲ ـــــ دوسری بات قادیانیوں کی طرف سے یہ کہی جاتی ہے کہ " چلئے ہم غیر

مسلم سہی، مگر پاکستان کے آئین کی رو سے ہمیں مذہبی آزادی ہے۔ اس لئے ہم اپنے عقیدہ کے مطابق مساجد کی تعمیر وغیرہ کا حق رکھتے ہیں۔" یہ دلیل بظاہر بڑی مسحور کن ہے، مگر ذرا تامل سے واضح ہو سکتا ہے کہ مذہبی آزادی کے معنی دوسرے مذاہب میں مداخلت یاان کے حقوق چھیننے کے نہیں ـــــ قادیانی بڑے شوق سے اپنی مذہبی آزادی کا حق استعمال کریں، مگر انہیں اسلامی شعائر سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی ورنہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ پاکستان میں قادیانیوں کو تو اپنے مذہب کے تحفظ کی آزادی ہے لیکن اسلام کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے شعائر کا تحفظ کرے۔

دنیا بھر کے مسلمہ قانون کی رو سے کسی فرد یا گروہ کی آزادی کی آخری حد یہ ہے کہ اس سے دوسروں کے حقوق متاثر نہ ہوں۔ دنیا کی کوئی عدالت "فرد کی آزادی" کی یہ تشریح قبول نہیں کر سکتی کہ اسے دوسرے کے گھر پر ڈاکہ زنی کا حق بھی حاصل ہے۔ اسی طرح قادیانیوں کی مذہبی آزادی کا یہ مفہوم ہر گز نہیں کہ انہیں اسلامی اصطلاحات اور اسلامی شعائر پر ڈاکہ ڈالنے کی بھی اجازت دی جائے۔

۳ ـــــ قادیانیوں کی طرف سے ایک نکتہ یہ اٹھایا گیا ہے کہ مسجد مسلمان کا شعار نہیں۔ اور یہ کہ غیر مسلم بھی اپنی عبادت گاہ "مسجد" کے نام سے تعمیر کر سکتے ہیں۔ لیکن اس رسالہ کے مطالعہ سے واضح ہو جائے گا کہ قادیانیوں کا یہ دعویٰ واقعات کی دنیا میں قطعی ناقابل التفات ہے۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا کہ کسی غیر مسلم نے "مسجد" کے نام سے اپنی عبادت گاہ بنائی ہو اور مسلمانوں نے انہیں برداشت کیا ہو، اسی لئے یہ بات ہر شک و شبہ سے بالا تر ہے کہ "مسجد" اور اس کے لوازم صرف اہل اسلام کا مذہبی شعار ہے اور کسی غیر مسلم کو اس کے استعمال کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

مناسب ہو گا کہ یہاں سر ظفر اللہ خان قادیانی کا ایک حوالہ نقل کر دیا جائے، ۱۹۱۶ء میں مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان مونگیر میں ایک مسجد کی امامت اور تولیت پر جھگڑا ہوا، مقدمہ پٹنہ ہائی کورٹ تک پہنچا، سر ظفر اللہ خان نے قادیانیوں کی طرف سے وکالت کی، اپنی کتاب "تحدیث نعمت" میں اس کا ذکر کرتے ہوئے ظفر اللہ خان لکھتے ہیں:

"دوسری صبح اجلاس شروع ہونے پر چیف جسٹس صاحب نے مجھ سے دریافت کیا تم بحث کرنے کے لئے تیار ہو۔

ظفر اللہ خان۔ جناب عالی! میری ایک گذارش ہے۔ آپ کے سامنے دو بالمقابل اپیل ہیں، دونوں ماتحت عدالتوں نے قرار دیا ہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد مسلمان ہیں اور مسجد میں فرداً فرداً یا دوسرے نمازیوں میں شامل ہو کر با جماعت نماز ادا کر سکتے ہیں۔ لیکن احمدی امام کی قیادت میں علیحدہ با جماعت نماز ادا نہیں کر سکتے۔ ہمارا مطالبہ اپیل میں صرف اس قدر ہے کہ ہمیں مسجد میں احمدی امام کی اقتداء میں نماز با جماعت کی بھی اجازت ہونی چاہئے۔ فریق مخالف ماتحت عدالتوں کے فیصلے کے کسی حصے کو بھی تسلیم نہیں کرتا۔ ان کا مطالبہ اپیل میں یہ ہے کہ احمدی جماعت کے افراد مسلمان ہی نہیں اس لئے مسجد میں داخل ہونے کے مجاز نہیں۔ اور مسجد میں کسی صورت میں نماز ادا کرنے کے حقدار نہیں۔ یہ واضح ہے کہ اگر فریق مخالف اپنے مطالبے میں کامیاب ہو جائے تو ہماری اپیل لازماً ساقط ہو جاتی ہے اگر احمدی مسلمان ہی نہیں تو ان کا مسجد کے ساتھ کیا واسطہ اس لئے مناسب ہو گا کہ عدالت پہلے فریق مخالف کے اپیل کی سماعت کرے۔ اگر بحث سماعت کرنے کے بعد عدالت کی رائے ہو کہ احمدی مسلمان نہیں تو ہماری اپیل کی سماعت پر وقت صرف کرنا غیر ضروری ہو گا۔"

(سر ظفر اللہ خان تحدیث نعمت ص۔ ۱۶۲)

سر ظفر اللہ خان کا عدالت سے یہ کہنا کہ "اگر احمدی مسلمان نہیں تو ان کا مسجد کے ساتھ کیا واسطہ؟" ہمارے زیر بحث مسئلہ کا دو ٹوک فیصلہ کر دیتا ہے

واللہ الموفق

محمد یوسف عفا اللہ عنہ

۱۲ ذیقعد ۱۳۹۸ھ

۱۶ اکتوبر ۱۹۷۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسجد کے معنی لغت میں سجدہ گاہ کے ہیں اور اسلام کی اصطلاح میں مسجد اس جگہ کا نام ہے جو مسلمانوں کی نماز کے لئے وقف کر دی جائے۔ ملا علی قاری شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں۔

والمسجد لغة محل السجود وشرعًا المحل الموقوف للصلاة فيه (مرقاة المفاتيح ص-٤٤١-ج١)

مسجد لغت میں سجدہ گاہ کا نام ہے اور شریعت اسلام کی اصطلاح میں وہ مخصوص جگہ جو نماز کے لئے وقف کر دی جائے۔

مسجد مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہے۔

مسجد کا لفظ مسلمانوں کی عبادت گاہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں مشہور مذاہب کی عبادت گاہوں کا ذکر کرتے ہوئے "مسجد" کو مسلمانوں کی عبادت گاہ قرار دیا ہے۔

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوَاتٌ وَّ مَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللهِ كَثِيرًا﴾ (الحج: ٤٠ پارہ ١٧ رکوع ٦-٣)

"اور اگر اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کے ذریعہ لوگوں کا زور نہ توڑتا تو راہبوں کے خلوت خانے، عیسائیوں کے گرجے، یہودیوں کے معبد اور مسلمانوں کی مسجدیں، جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے، گرا دی جاتیں۔

اس آیت کے تحت مفسرین نے لکھا ہے کہ "صوامع" سے راہبوں کی خلوت

خانے "بیع" سے نصاریٰ کے گرجے، "صلوات" سے یہودیوں کے عبادت خانے اور "مساجد" سے مسلمانوں کی عبادت گاہیں مراد ہیں۔

امام ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی (۶۷۱ھ) اپنی مشہور تفسیر "احکام القرآن" میں لکھتے ہیں۔

"وذهب خصيف إلى أن القصد بهذه الأسماء تقسيم متعبدات الأمم. فالصوامع للرهبان، والبيع للنصارى والصلوات لليهود، والمساجد للمسلمين" (ص-۷۲-ج۱۲)

امام خصیف فرماتے ہیں کہ ان ناموں کے ذکر کرنے سے مقصود قوموں کی عبادتگاہوں کی تقسیم ہے۔ چنانچہ "صوامع" راہبوں کی "بیع" عیسائیوں کی "صلوات" یہودیوں کی اور "مساجد" مسلمانوں کی عبادت گاہوں کا نام ہے۔

اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (۱۲۲۵ھ) "تفسیر مظہری" میں ان چاروں ناموں کی مندرجہ بالا تشریح ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

ومعنى الآية: "لولا دفع الله الناس لهدّمت فى كل شريعة نبى مكان عبادتهم، فهدّمت فى زمن موسى الكنائس وفى زمن عيسى البيع والصوامع وفى زمن محمد ﷺ المساجد" (مظهرى ص-۳۳۰-ج٦)

آیت کے معنی یہ ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کا زور نہ توڑتا تو ہر نبی کی شریعت میں جو ان کی عبادت گاہ تھی اسے گرا دیا جاتا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کنیسے، عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں گرجے اور خلوت خانے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجدیں گرا دی جاتیں۔

یہی مضمون تفسیر ابن جریر ص ۱۱۴ ج ۹ تفسیر نیشاپوری بر حاشیہ ابن جریر ص ۶۳ ج ۹، تفسیر خازن ص ۲۹۱ ج ۳، تفسیر بغوی ص ۵۹۴ ج ۵، بر حاشیہ ابن کثیر اور تفسیر روح المعانی ص۔ ۱۶۴ ج ۱۷ وغیرہ میں موجود ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت اور حضرات مفسرین کی ان تصریحات سے واضح ہے کہ "مسجد" مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہے اور یہ نام دیگر اقوام ومذاہب کی عبادت گاہوں سے ممتاز رکھنے کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتداء اسلام سے لے کر آج تک یہ مقدس نام مسلمانوں کی عبادت گاہ کے علاوہ کسی غیر مسلم فرقہ کی عبادت گاہ کے لئے استعمال نہیں کیا گیا لہٰذا مسلمانوں کا یہ قانونی واخلاقی فرض ہے کہ وہ کسی "غیر مسلم فرقہ" کو اپنی عبادت گاہ کا یہ نام نہ رکھنے دیں۔

مسجد اسلام کا شعار ہے۔

جو چیز کسی قوم کے ساتھ مخصوص ہو وہ اس کا شعار اور اس کے تشخص کی خاص علامت سمجھی جاتی ہے چنانچہ مسجد بھی اسلام کا خصوصی شعار ہے یعنی کسی قریہ، شہر یا محلّہ میں مسجد کا ہونا وہاں کے باشندوں کے مسلمان ہونے کی علامت ہے۔ امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی" (۱۱۷۴ھ) لکھتے ہیں:۔

"فضل بناء المسجد وملازمته وانتظار الصلاة فيه ترجع إلى أنه من شعائر الإسلام وهو قوله ﷺ: «إذا رأيتم مسجداً أو سمعتم مؤذناً فلا تقتلوا أحداً وإنه محل الصلاة ومعتكف العابدين ومطرح الرحمة ويشبه الكعبة من وجه" (حجة الله البالغة مترجم ص-٤٧٨-ج١)

مسجد بنانے، اس میں حاضر ہونے اور وہاں بیٹھ کر نماز کا انتظار کرنے کی فضیلت کا سبب یہ ہے کہ مسجد اسلام کا شعار ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کسی آبادی میں مسجد دیکھو یا وہاں موذن کی اذان سنو تو کسی کو قتل نہ کرو۔" (یعنی کسی بستی میں مسجد اور اذان کا ہونا اس بات کی علامت ہے کہ وہاں کے باشندے مسلمان ہیں) اور مسجد نماز کی جگہ اور عبادت گزاروں کے اعتکاف کا مقام ہے۔ وہاں رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے اور وہ ایک طرح سے کعبہ کے مشابہ ہے۔

اگر فوج کا شعار غیر فوجی کو اپنانا جرم ہے اور جج کا شعار کسی دوسرے شخص کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں تو یقیناً اسلام کا شعار بھی کسی غیر مسلم کو اپنانے کی اجازت نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر غیر مسلموں کو کسی اسلامی شعار مثلاً تعمیر مسجد اور اذان کی اجازت دی جائے تو اسلام کا شعار مٹ جاتا ہے اور مسلم و کافر کا امتیاز اٹھ جاتا ہے۔ اسلام اور کفر کے نشانات کو ممتاز کرنے کے لئے جس طرح یہ بات ضروری ہے کہ مسلمان کفر کے کسی شعار کو نہ اپنائیں۔ اسی طرح یہ بھی لازم ہے کہ غیر مسلموں کو کسی اسلامی شعار کے اپنانے کی اجازت نہ دی جائے۔

تعمیر مسجد عبادت ہے، کافر اس کا اہل نہیں۔

نیز مسجد کی تعمیر ایک اعلیٰ ترین اسلامی عبادت ہے اور کافر اس کا اہل نہیں چونکہ کافر میں تعمیر مسجد کی اہلیت ہی نہیں اس لئے اس کی تعمیر کردہ عمارت مسجد نہیں ہو سکتی قرآن کریم میں صاف صاف ارشاد ہے:۔

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللهِ شَاهِدِيْنَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ، أُولٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ، وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَ﴾ (التوبة: ١٧)

مشرکین کو حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو تعمیر کریں۔ در آنحالیکہ
وہ اپنی ذات پر کفر کی گواہی دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کے عمل اکارت
ہوچکے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت میں چند چیزیں توجہ طلب ہیں۔

اول یہ کہ یہاں مشرکین کو تعمیر مسجد کے حق سے محروم قرار دیا گیا ہے۔ کیوں ؟ صرف اس لئے کہ وہ کافر ہیں شٰھدین علی انفسھم بالکفر اور کوئی کافر تعمیر مسجد کا اہل نہیں گویا قرآن یہ بتاتا ہے کہ تعمیر مسجد کی اہلیت اور کفر کے درمیان منافات ہے۔ یہ دونوں چیزیں بیک وقت جمع نہیں ہوسکتیں۔ پس جب وہ اپنے عقائد کفر کا اقرار کرتے ہیں تو گویا وہ خود اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ تعمیر مسجد کے اہل نہیں۔ نہ انہیں اس کا حق حاصل ہے۔ امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص الرازی الحنفی (م ۳۷۰ ھ) لکھتے ہیں :۔

"عمارة المسجد تكون بمعنيين أحدهما زيارته والكون فيه والآخر ببنائه وتجديد ما استرم منه. فاقتضت الآية منع الكفار من دخول المسجد ومن بنائها وتولي مصالحها والقيام بها لانتظام اللفظ لأمرين" (أحكام القرآن ص۔۱۰۸۔ج۳)

یعنی مسجد کی آبادی کی دو صورتیں ہیں ایک مسجد کی زیارت کرنا اس میں رہنا اور بیٹھنا دوسرے اس کو تعمیر کرنا اور شکست و ریخت کی اصلاح کرنا، پس یہ آیت اس امر کی مقتضی ہے کہ مسجد میں نہ کوئی کافر داخل ہو سکتا ہے نہ اس کا بانی و متولی اور خادم بن سکتا ہے کیونکہ آیت کے الفاظ تعمیر ظاہری و باطنی دونوں کو شامل ہیں۔

دوم اپنی ذات پر کفر کی گواہی دینے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنا کافر ہونا تسلیم کرتے ہیں اور خود اپنے آپ کو "کافر" کہتے ہیں۔ کیونکہ دنیا میں کوئی کافر بھی اپنے آپ

کو "کافر" کہنے کے لئے تیار نہیں، بلکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے عقائد کا برملا اعتراف کرتے ہیں جنھیں اسلام، عقائد کفر قرار دیتا ہے یعنی ان کا کفریہ عقائد کا اظہار اپنے آپ کو کافر تسلیم کرنے کے قائم مقام ہے۔

سوم قرآن کریم کے اس دعوی پر کہ کسی کافر کو اپنے عقائد کفریہ پر رہتے ہوئے تعمیر مسجد کا حق حاصل نہیں۔ یہ سوال ہو سکتا تھا کہ کافر تعمیر مسجد کی اہلیت سے کیوں محروم ہیں؟ اگلے جملہ میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ ان لوگوں کے عمل اکارت ہیں۔ چونکہ کفر سے انسان کے تمام نیک اعمال اکارت اور ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کافر نہ صرف تعمیر مسجد کا بلکہ کسی بھی عبادت کا اہل نہیں، یہ کفر کی دنیوی خاصیت تھی اور آگے اس کی اخروی خاصیت بیان کی گئی ہے کہ کافر اپنے کفر کی بناء پر دائمی جہنم کے مستحق ہیں۔ اس لئے ان کی اطاعت و عبادت کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی قیمت نہیں۔ پس یہ آیت اس مسئلہ میں نص قطعی ہے کہ غیر مسلم کافر تعمیر مسجد کے اہل نہیں، اس لئے انہیں تعمیر مساجد کا حق حاصل نہیں۔ اس سلسلہ میں حضرات مفسرین کی چند تصریحات حسب ذیل ہیں۔

امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری (م ۳۱۰ھ) لکھتے ہیں۔

"یقول إن المساجد إنما تعمر لعبادة الله فیها. لا للكفر به فمن كان كافرًا بالله فليس من شأنه أن يعمر مساجد الله" (تفسیر ابن جریر (ص-۹۳-ج۱۰)

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مسجدیں تو اس لئے تعمیر کی جاتی ہیں کہ ان میں اللہ کی عبادت کی جائے۔ کفر کے لئے تو تعمیر نہیں کی جاتیں پس جو شخص کافر ہو اس کا یہ کام نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کی تعمیر کرے۔

امام عربیت جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری (م۵۲۸ھ) لکھتے ہیں۔

والمعنى: "ما استقام لهم أن يجمعوا بين أمرين متنافيين عمارة متعبدات الله مع الكفر بالله

وبعبادته ومعنى شهادتهم على أنفسهم بالكفر ظهور كفرهم"

(تفسير كشاف ص۲۵۳-ج۲)

مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے کسی طرح درست نہیں کہ وہ دو متنافی باتوں کو جمع کریں کہ ایک طرف خدا کی مسجدیں بھی تعمیر کریں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت کے ساتھ کفر بھی کریں اور ان کے اپنی ذات پر کفر کی گواہی دینے سے مراد ہے ان کے کفر کا ظاہر ہونا۔

امام فخرالدین رازی (م۶۰۶ھ) لکھتے ہیں۔

قال الواحدی: "دلت على أن الكفار ممنوعون من عمارة مسجد من مساجد المسلمين. ولو أوصى بها لم تقبل وصيّته" (تفسير كبير ص۷-۱٦)

واحدی فرماتے ہیں۔ یہ آیت اس مسئلہ کی دلیل ہے کہ کفار کو مسلمانوں کی مسجدوں میں سے کسی مسجد کی تعمیر کی اجازت نہیں اور اگر کافر اس کی وصیت کرے تو اس کی وصیت قبول نہیں کی جائے گی۔

امام ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی (م ۶۷۱ھ) لکھتے ہیں۔

فيجب إذًا على المسلمين تولى أحكام المساجد ومنع المشركين من دخوله

(تفسير قرطبی ص۸۹-ج۸

مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ انتظام مساجد کے متولی خود ہوں اور کفار و مشرکین کو ان میں داخل ہونے سے روک دیں۔

امام محی السنتہ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی (م۵۱۶ھ) لکھتے ہیں:

أوجب الله على المسلمين منعهم من ذلك؛ لأن المساجد إنما تعمر لعبادة الله وحده فمن كان كافراً بالله فليس من شأنه أن يعمرها ، فذهب جماعة إلى أن المراد منه العمارة من بناء المسجد ومرمته عند الخراب فيمنع الكافر منه حتى لو أوصى به لا يمتثل ، وحمل بعضهم العمارة ههنا على دخول المسجد والقعود فيه (تفسير معالم التنزيل بغوى صـ٥٥-ج٣ بر حاشيه خازن)

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر واجب کیا ہے کہ وہ کافروں کو تعمیر مسجد سے روک دیں کیونکہ مسجدیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی خاطر بنائی جاتی ہیں پس جو شخص کافر ہو اس کا یہ کام نہیں کہ وہ مسجدیں تعمیر کرے ایک جماعت کا قول ہے کہ تعمیر سے مراد یہاں تعمیر معروف ہے یعنی مسجد بنانا اور اس کی شکست و ریخت کی اصلاح و مرمت کرنا۔ پس کافر کو اس عمل سے باز رکھا جائے گا چنانچہ اگر وہ اس کی وصیت کر مرے تو پوری نہیں کی جائے گی اور بعض نے عمارۃ کو یہاں مسجد میں داخل ہونے اور اس میں بیٹھنے پر محمول کیا ہے۔

شیخ علاء الدین علی بن محمد البغدادی الخازن (م ۷۲۵ھ) نے تفسیر خازن میں اس مسئلہ کو مزید تفصیل سے تحریر فرمایا ہے مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

فإنه يجب على المسلمين منعهم من ذلك؛ لأن المساجد إنما تعمر لعبادة الله وحده فمن كان كافراً بالله فليس من شأنه أن يعمرها (تفسير مظهری ص-١٤٦-ج٤)

چنانچہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ کافروں کو تعمیر مسجد سے روک دیں کیونکہ مسجدیں تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنائی جاتی ہیں پس جو شخص کہ کافر ہو وہ ان کو تعمیر کرنے کا اہل نہیں۔

(تفسیر مظہری ص ۱۴۶ ج ۴)

اور شاہ عبدالقادر دہلویؒ (م ۱۲۳۰ھ) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"اور علماء نے لکھا ہے کہ کافر چاہے مسجد بنا دے اس کو منع کریئے۔" (موضح قرآن)

ان تصریحات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو یہ حق نہیں دیا ہے کہ وہ مسجد کی تعمیر کریں اور یہ کہ اگر وہ ایسی جرأت کریں تو ان کو روک دینا مسلمانوں پر فرض ہے۔

تعمیر مسجد صرف مسلمانوں کا حق ہے

قرآن کریم نے جہاں یہ بتایا کہ کافر تعمیر مسجد کا اہل نہیں وہاں یہ تصریح بھی فرمائی ہے کہ تعمیر مسجد کا حق صرف مسلمانوں کو حاصل ہے چنانچہ ارشاد ہے:

﴿إنما يعمر مساجد الله من آمن بالله واليوم الآخر، وأقام الصلاة وآتى الزكاة ولم يخش إلا الله، فعسى أولئك أن يكونوا من المهتدين﴾

(التوبة: ١٨ پاره ١١ رکوع ٣-٩)

اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا تو بس اس شخص کا کام ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، نماز ادا کرتا ہو، زکوٰۃ دیتا ہو۔ اور اس کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ پس ایسے لوگ امید ہے کہ ہدایت یافتہ ہوں گے۔

(التوبہ ۱۸ پارہ ۱۱ رکوع ۳/ ۹)

اس آیت میں جن صفات کا ذکر فرمایا وہ مسلمانوں کی نمایاں صفات ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص پورے دین محمدی پر ایمان رکھتا ہو اور کسی حصہ دین کا منکر نہ ہو اسی کو تعمیر مساجد کا حق حاصل ہے۔ غیر مسلم فرقے جب تک دین اسلام کی تمام باتوں کو تسلیم نہیں کریں گے تعمیر مسجد کے حق سے محروم رہیں گے۔

غیر مسلموں کی تعمیر کردہ مسجد، مسجد ضرار ہے

اسلام کے چودہ سو سالہ دور میں کبھی کسی غیر مسلم نے یہ جرأت نہیں کی کہ اپنا عبادت خانہ "مسجد" کے نام سے تعمیر کرے۔ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بعض غیر مسلموں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا اور مسجد کے نام سے ایک عمارت بنائی جو "مسجد ضرار" کے نام سے مشہور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی الٰہی سے ان کے کفر و نفاق کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے اسے فی الفور منہدم کرنے کا حکم فرمایا۔ قرآن کریم کی آیات ذیل اسی واقعہ سے متعلق ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلا الْحُسْنٰى، وَاللهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ. لا تَقُمْ فِيْهِ أَبَدًا﴾ إلى قوله: ﴿لا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ إِلا أَنْ تَقَطَّعَ

قُلُوبُهُمْ، وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾

(سورۃ التوبۃ آیات ۱۰۷-۱۱۰، پ ۱۱ع ۱۳-۴)

اور جن لوگوں نے مسجد بنائی کہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں اور کفر کریں اور اہل ایمان کے درمیان تفرقہ ڈالیں اور اللہ اور رسول کے دشمن کے لئے ایک کمین گاہ بنائیں اور یہ لوگ زور کی قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے بھلائی کے سوا کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ قطعاً جھوٹے ہیں۔ آپؐ اس میں کبھی قیام نہ کیجئے...... ان کی یہ عمارت جو انھوں نے بنائی۔ ہمیشہ ان کے دل کا کانٹا بنی رہے گی۔ مگر یہ کہ ان کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ اور اللہ علیم و حکیم ہے۔

(سورۃ التوبہ آیات ۱۰۷- ۱۱۰ پ ۱۱ ع ۱۳/ ۴)

ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ:

(ا) کسی غیر مسلم گروہ کی اسلام کے نام پر تعمیر کردہ مسجد، "مسجد ضرار" کہلائے گی۔

(ب) غیر مسلم منافقوں کی ایسی تعمیر کے مقاصد ہمیشہ حسب ذیل ہوں گے۔

۱۔ اسلام اور مسلمانوں کو ضرر پہنچانا۔

۲۔ عقائد کفر کی اشاعت کرنا۔

۳۔ مسلمانوں کی جماعت میں انتشار پھیلانا اور تفرقہ پیدا کرنا۔

۴۔ خدا اور رسول کے دشمنوں کے لئے ایک اڈا بنانا۔

(ج) چونکہ منافقوں کے یہ خفیہ منصوبے ناقابل برداشت ہیں اس لئے حکم دیا گیا کہ ایسی نام نہاد مسجد کو منہدم کر دیا جائے۔ تمام مفسرین اور اہل سیر نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے "مسجد ضرار" منہدم کر دی گئی اور اسے نذر آتش کر دیا گیا۔ مرزائی منافقوں کی تعمیر کردہ نام نہاد مسجدیں بھی "مسجد ضرار" ہیں اور وہ بھی اسی سلوک کی مستحق ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "مسجد ضرار" سے روا رکھا تھا۔

کافر ناپاک، اور مسجدوں میں ان کا داخلہ ممنوع

یہ امر بھی خاص اہمیت رکھتا ہے کہ قرآن کریم نے کفار و مشرکین کو ان کے ناپاک اور گندے عقائد کی بنا پر نجس قرار دیا ہے اور اس معنوی نجاست کے ساتھ ان کی آلودگی کا تقاضا یہ ہے کہ مساجد کو ان کے وجود سے پاک رکھا جائے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

﴿یَا أَیُّہا الّذین آمنوا إنّما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا﴾

(پ ۱۱ ع ٤-۱۰ سورۃ توبہ آیت ۲۸)

اے ایمان والو! مشرک تو نرے ناپاک ہیں۔ پس وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب بھی پھٹکنے نہ پائیں۔

(پ ۱۱ ع ۴/ ۱۰ سورۃ توبہ آیت ۲۸)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافر اور مشرک کا مسجد میں داخلہ ممنوع ہے۔ امام ابو بکر جصاص رازی (م ۳۷۰ ھ) لکھتے ہیں

"إطلاق اسم النجس علی المشرك من جھة أن الشرك الذی یعتقده یجب اجتنابه کما یجب اجتناب النجاسات والأقذار فلذلك سماھم نجسا، والنجاسة فی الشرع تنصرف علی وجھین: أحدھما نجاسة الأعیان، والآخر نجاسة الذنوب ... وقد أفاد قوله: ﴿إنما المشرکون نجس﴾، منعھم عن دخول المسجد إلا لعذر، إذ کان علینا تطھیر المساجد من الأنجاس" (أحکام القرآن صـ۱۰۸-ج۳)

مشرک پر "نجس" کا اطلاق اس بنا پر کیا گیا کہ جس شرک کا وہ اعتقاد رکھتا ہے، اس سے پرہیز کرنا، اسی طرح ضروری ہے جیسا کہ نجاستوں اور گندگیوں سے۔ اسی لئے ان کو نجس کہا اور شرع میں نجاست کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نجاست جسم، دوم نجاست گناہ ...... اور ارشاد خداوندی "انما المشرکون نجس" بتاتا ہے کہ کفار کو دخول مسجد سے باز رکھا جائے گا۔ الا یہ کہ کوئی عذر ہو کیونکہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ مسجدوں کو نجاستوں سے پاک رکھیں۔

(احکام القرآن ص ۱۰۸ ج ۳)

امام محی السنتہ بغوی (م۵۱۶ھ) معالم التنزیل میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وجملة بلاد الإسلام فى حق الكفار على ثلاثة أقسام: أحدها الحرم فلا يجوز للكافر أن يدخله بحال ذميا كان أو مستأمنا بظاهر هذه الآية ... وجوز أهل الكوفة للمعاهد دخول الحرم، والقسم الثانى من بلاد الإسلام الحجاز، فيجوز للكافر دخولها بالإذن، ولكن لا يقيم فيها أكثر من مقام السفر، وهو ثلاثة أيام .... والقسم الثالث سائر بلاد الإسلام يجوز للكافر أن يقيم فيها بذمة أو أمان، ولكن لا يدخلون المساجد إلا بإذن مسلم

اور کفار کے حق میں تمام اسلامی علاقے تین قسم پر ہیں۔ ایک حرم مکہ۔ پس کافر کو اس میں داخل ہونا کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ خواہ کسی اسلامی مملکت کا شہری ہو یا امن لے کر آیا ہو کیونکہ ظاہر آیت کا یہی

تقاضا ہے اور اہل کوفہ نے ذمی کے لئے حرم میں داخل ہونے کو جائز رکھا ہے اور دوسری قسم حجاز مقدس ہے۔ پس کافر کے لئے اجازت لے کر حجاز میں داخل ہونا جائز ہے۔ لیکن تین دن سے زیادہ وہاں ٹھہرنے کی اسے اجازت نہ ہوگی اور تیسری قسم دیگر اسلامی ممالک ہیں۔ ان میں کافر کا مقیم ہونا جائز ہے۔ بشرطیکہ ذمی ہو یا امن لے کر آئے۔ لیکن وہ مسلمانوں کی مسجدوں میں مسلمان کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہوسکتے۔

(تفسیر بغوی ص ۶۳ ج ۳)

اس سلسلہ میں دو چیزیں خاص طور سے قابل غور ہیں۔

اول یہ کہ آیت میں صرف مشرکین کا حکم ذکر کیا گیا ہے مگر مفسرین نے اس آیت کے تحت عام کفار کا حکم بیان فرمایا ہے کیونکہ کفر کی نجاست سب کافروں کو شامل ہے۔

دوم یہ کہ کافر کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں تو اختلاف ہے۔ امام مالک کے نزدیک کسی مسجد میں کافر کا داخل ہونا جائز نہیں۔ امام شافعی کے نزدیک مسجد حرام کے علاوہ دیگر مساجد میں کافر کو مسلمان کی اجازت سے داخل ہونا جائز ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک بوقت ضرورت ہر مسجد میں داخل ہوسکتا ہے۔ (روح المعانی ص ۷۹ ج ۱۱) لیکن کسی کافر کا مسجد کا بانی، متولی یا خادم ہونا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد ۹ ھ میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مسجد کے ایک جانب ٹھہرایا اور مسجد نبوی ہی میں انھوں نے اپنی نماز بھی ادا کی۔ حافظ ابن قیم (م ۷۵۱ ھ) اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

فصل فی فقه هذه القصة ففیها جواز دخول أهل الکتاب مساجد المسلمین . وفیها تمکین أهل الکتاب من صلاتهم بحضرة المسلمین وفی مساجدهم أیضًا .

إذا كان ذلك عارضًا ولا يمكنوا من اعتياد ذلك.

فصل اس قصہ کے فقہ کے بیان میں پس اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل کتاب کا مسلمانوں کی مسجدوں میں داخل ہونا جائز ہے اور کہ ان کو مسلمانوں کی موجودگی میں اپنی عبادت کا موقع دیا جائے گا اور مسلمانوں کی مسجدوں میں بھی۔ جب کہ یہ ایک عارضی صورت ہو لیکن ان کو اس بات کا موقع نہیں دیا جائے گا کہ وہ اس کو اپنی مستقل عادت ہی بنا لیں۔

(زاد المعاد ص ۳۹ ج ۲ مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ)

اور قاضی ابو بکر ابن العربی (م ۵۷۳ھ) لکھتے ہیں:

دخول ثمامة في المسجد في الحديث الصحيح، ودخول أبي سفيان فيه على الحديث الآخر كان قبل أن ينزل ﴿يَا أيّها الّذين آمنوا إنّما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحَرام بعد عامهم هذا﴾ فمنع الله المشركين من دخول المسجد الحرام نصًا ومنع دخلوه سائر المساجد تعليلاً بالنجاسة بوجوب صيانة المسجد عن كل نجس وهذا كلّه ظاهر لا خفاء فيه (أحكام القرآن ۹۰۲-ج۲)

ثمامہ کا مسجد میں داخل ہونا اور دوسری حدیث کے مطابق ابو سفیان کا اس میں داخل ہونا۔ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے کہ:

"اے ایمان والو! مشرک ناپاک ہیں پس اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ آنے پائیں"۔ پس اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو مسجد

حرام میں داخل ہونے سے صاف صاف منع کر دیا اور دیگر مساجد سے یہ کہہ کر روک دیا کہ وہ ناپاک ہیں اور چونکہ مسجد کو ہر نجاست سے پاک رکھنا ضروری ہے اس لئے کافروں کے ناپاک وجود سے بھی اس کو پاک رکھا جائے گا اور یہ سب کچھ ظاہر ہے جس میں ذرا بھی خفا نہیں۔

(احکام القرآن ص ۹۰۲ ج ۲)

منافقوں کو مسجدوں سے نکال دیا جائے

جو شخص مرزائیوں کی طرح عقیدہ کفر رکھنے کے باوجود اسلام کا دعویٰ کرتا ہو وہ اسلام کی اصطلاح میں منافق ہے اور منافقین کے بارے میں یہ حکم ہے کہ انھیں مسجدوں سے نکال دیا جائے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا اے فلاں اٹھ، یہاں سے نکل جا کیونکہ تو منافق ہے۔ او فلاں! تو بھی اٹھ، نکل جا، تو منافق ہے۔ اس طرح آپ ؐ نے ایک ایک کا نام لے کر ۳۶ آدمیوں کو مسجد سے نکال دیا۔ حضرت عمرؓ کو آنے میں ذرا دیر ہو گئی تھی، چنانچہ وہ اس وقت آئے جب یہ منافق مسجد سے نکل رہے تھے تو انھوں نے خیال کیا کہ شاید جمعہ کی نماز ہو چکی ہے اور لوگ نماز سے فارغ ہو کر واپس جا رہے ہیں، لیکن جب اندر گئے تو معلوم ہوا کہ ابھی نماز نہیں ہوئی۔ مسلمان ابھی بیٹھے ہیں۔ ایک شخص نے بڑی مسرت سے حضرت عمرؓ سے کہا۔ اے عمرؓ! مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آج منافقوں کو ذلیل و رسوا کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے لے کر بیک بنی و دو گوش انھیں مسجد سے نکال دیا۔

(تفسیر روح المعانی ص ۱۰ ج ۱۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو غیر مسلم فرقہ منافقانہ طور پر اسلام کا دعویٰ کرتا ہو اس کو مسجدوں سے نکال دینا ہی سنت نبوی ہے۔

منافقوں کی مسجد، مسجد نہیں

فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ ایسے لوگوں کا حکم مرتد کا ہے۔ اس لئے نہ تو انھیں مسجد بنانے کی اجازت دی جاسکتی ہے اور نہ ان کی تعمیر کردہ مسجد کو مسجد کا حکم دیا جاسکتا ہے شیخ الاسلام مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں:

ولو بنوا مسجدا لم يصر مسجدا ففي تنوير الأبصار من وصايا الذمّي وغيره، وصاحب الهوى إذا كان لا يكفر فهو بمنزلة المسلم في الوصية وإن كان يكفر فهو بمنزلة المرتد

ایسے لوگ اگر مسجد بنائیں تو وہ مسجد نہیں ہوگی۔ چنانچہ "تنویر الابصار" کے وصایا ذمی وغیرہ میں ہے کہ گمراہ فرقوں کی گمراہی اگر حد کفر کو پہنچی ہوئی نہ ہو تب تو وصیت میں ان کا حکم مسلمان جیسا ہے اور اگر حد کفر کو پہنچی ہوئی ہو تو بمنزلہ مرتد کے ہیں۔

(اکفار الملحدین طبع جدید ص ۱۲۸)

منافقوں کے مسلمان ہونے کی شرط۔

یہاں یہ تصریح بھی ضروری ہے کہ کسی گمراہ فرقے کا دعویٰ اسلام کرنا یا اسلامی کلمہ پڑھنا اس امر کی ضمانت نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے ان تمام عقائد سے توبہ کا اعلان کرے جو مسلمانوں کے خلاف ہیں چنانچہ حافظ بدر الدین عینیؒ "عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

يجب عليهم عند الدخول في الإسلام أن يقروا ببطلان ما يخالفون به المسلمين في الاعتقاد بعد

إقرارهم بالشهادتين

(صفحه ۲۹٦ جلد ۲)

ان کے ذمہ یہ لازم ہے کہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے توحید و رسالت کی شہادت کے بعد ان تمام عقائد و نظریات کے باطل ہونے کا اقرار کریں جو وہ مسلمانوں کے خلاف رکھتے ہیں۔

(صفحہ ۲۹٦ جلد ۲)

اور حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں قصہ اہل نجران کے ذیل میں لکھتے ہیں:

وفى قصة أهل نجران من الفوائد أن إقرار الكافر بالنبوة لا يدخله فى الإسلام حتى يلتزم أحكام الإسلام

قصہ اہل نجران سے دیگر مسائل کے علاوہ ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ کسی کافر کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار اسے اسلام میں داخل نہیں کرتا جب تک کہ احکام اسلام کو قبول نہ کرے۔

(صفحہ ۴۷ جلد ۸)

علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں:

لا بد مع الشهادتين فى العيسوى من أن يتبرأ من دينه

عیسوی فرقہ کے مسلمان ہونے کے لئے اقرار شہادتین کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے مذہب سے برأت کا اعلان کرے۔

(ردالمختار ص ۳۵۳ ج ۱)

ان تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی فرقہ اس وقت تک مسلمان تصور نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ اہل اسلام کے عقائد کے صحیح اور اپنے عقائد کے باطل ہونے کا اعلان نہ کرے اور اگر وہ اپنے عقائد کفر کو صحیح سمجھتا ہے اور مسلمانوں کے عقائد کو غلط تصور کرتا ہے تو اس کی حیثیت مرتد کی ہے اور اسے اپنی عبادت گاہ کو مسجد کی حیثیت سے تعمیر کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

کسی غیر مسلم کا مسجد کے مشابہ عبادت گاہ بنانا

اب ایک سوال اور باقی رہ جاتا ہے کہ کیا کوئی غیر مسلم اپنی عبادت گاہ (مسجد کے نام سے نہ سہی لیکن) وضع و شکل میں مسجد کے مشابہ بنا سکتا ہے؟ کیا اسے یہ اجازت دی جاسکتی ہے کہ وہ اپنی عبادت گاہ میں قبلہ رخ محراب بنائے، مینار بنائے، اس میں منبر رکھے اور وہاں اسلام کے معروف طریقہ پر اذان دے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تمام امور جو عرفاً و شرعاً مسلمانوں کی مسجد کے لئے مخصوص ہیں کسی غیر مسلم کو ان کے اپنانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اس لئے کہ اگر کسی غیر مسلم کی عبادت گاہ مسجد کی وضع و شکل پر تعمیر کی گئی ہو۔ مثلاً اس میں قبلہ رخ محراب بھی ہو، مینار اور منبر بھی ہو۔ وہاں اسلامی اذان اور خطبہ بھی ہوتا ہو تو اس سے مسلمانوں کو دھوکا اور التباس ہوگا۔ ہر دیکھنے والا اس کو "مسجد" ہی تصور کرے گا جب کہ اسلام کی نظر میں غیر مسلم کی عبادت گاہ مسجد نہیں بلکہ مجمع شیاطین ہے۔

(شامی ص ۳۸۰ / ۱ مطلب: تکرہ الصلوٰۃ فی الکنیسہ۔ البحر الرائق ص ۲۱۴ / ۷)

حافظ ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) سے سوال کیا گیا کہ آیا کفار کی عبادت گاہوں کو بیت اللہ کہنا صحیح ہے جواب میں فرمایا:

لیست بیوت الله وإنما بیوت الله المساجد بل هی

بیوت یکفر فیها بالله وإن کان قد یذکر فیها،

فالبیوت بمنزلة أهلها وأهلها کفار فهی بیوت عبادة

الکفار

یہ بیت اللہ نہیں۔ بیت اللہ مسجدیں ہیں یہ تو وہ مقامات ہیں جہاں کفر ہوتا ہے اگرچہ ان میں ذکر بھی ہوتا ہو۔ پس مکانات کا وہی حکم ہے جو ان کے بانیوں کا ہے۔ ان کے بانی کافر ہیں۔ پس یہ کافروں کی عبادت گاہیں ہیں۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ ص ۱۳۲ ج ۱)

امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری (م ۳۱۰ھ) "مسجد ضرار" کے بارے میں نقل کرتے ہیں:

عمد ناس من أهل النفاق فابتنوا مسجدا بقبا

ليضاهوا به مسجد رسول ﷺ

اہل نفاق میں سے چند لوگوں نے یہ حرکت کی کہ قبا میں ایک مسجد بنا ڈالی جس سے مقصود یہ تھا کہ وہ اس کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد سے مشابہت کریں۔

(تفسیر ابن جریر ص ۱۷/ ۱۱)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے منافقانہ طور پر "مسجد ضرار" بنائی تھی ان کا مقصد یہی تھا کہ اپنی نام نہاد مسجد کو اسلامی مساجد کے مشابہ بنا کر مسلمانوں کو دھوکہ دیں، لہٰذا غیر مسلموں کی جو عبادت گاہ مسجد کی وضع و شکل پر ہوگی وہ "مسجد ضرار" ہے اور اس کا منہدم کرنا لازم ہے علاوہ ازیں فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ اسلامی مملکت کے غیر مسلم شہریوں کا لباس اور ان کی وضع قطع مسلمانوں سے ممتاز ہونی چاہئیں۔ (یہ مسئلہ فقہ اسلامی کی ہر کتاب میں باب احکام اہل الذمہ کے عنوان کے تحت موجود ہے۔)

چنانچہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ملک شام کے عیسائیوں سے جو عہد نامہ لکھوایا تھا۔ اس کا پورا متن کنز العمال جلد چہارم ص ۳۱۹ حدیث نمبر ۲۴۰۰ کے تحت درج ہے۔ اس کا ایک فقرہ یہاں نقل کرتا ہوں۔

ولا تشبه بهم في شيء من لباسهم من قلنسوة ولا عمامة ولا نعلين ولا فرق شعر، ولا نتكلم بكلامهم ولا نكتني بكناهم...

اور ہم مسلمانوں کے لباس اور ان کی وضع قطع میں ان کی مشابہت نہیں کریں گے، نہ ٹوپی میں، نہ دستار میں، نہ جوتے میں نہ سر کی مانگ نکالنے میں اور ہم مسلمانوں کے کلام اور اصطلاحات میں بات نہیں کریں گے اور نہ ان کی کنیت اپنائیں گے۔

اندازہ فرمایئے، جب لباس، وضع قطع، ٹوپی، دستار، پاؤں کے جوتے اور سر کی مانگ تک میں کافروں کی مسلمانوں سے مشابہت گوارا نہیں کی گئی تو اسلام یہ کس طرح برداشت کر سکتا ہے کہ غیر مسلم کافر اپنی عبادت گاہیں مسلمانوں کی مسجد کی شکل و وضع پر بنانے لگے۔

مسجد کا قبلہ رخ ہونا اسلام کا شعار ہے

اوپر عرض کیا جاچکا ہے کہ مسجد اسلام کا بلند ترین شعار ہے۔ "مسجد" کے اوصاف و خصوصیات پر الگ الگ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں ایک ایک چیز مستقل طور پر بھی شعار اسلام ہے۔ مثلاً استقبال قبلہ کو لیجئے۔ مذاہب عالم میں یہ خصوصیت صرف اسلام کو حاصل ہے کہ اس کی اہم ترین عبادت "نماز" میں بیت اللہ شریف کی طرف منہ کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استقبال قبلہ کو اسلام کا خصوصی شعار قرار دے کر اس شخص کے جو ہمارے قبلہ کی جانب رخ کر کے نماز پڑھتا ہو۔ مسلمان ہونے کی علامت قرار دیا ہے۔

«من صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا وأكل ذبيحتنا فذلك المسلم الذي له ذمة الله وذمة رسوله، فلا

تُخفروا الله ذمته»

جو شخص ہمارے جیسی نماز پڑھتا ہو۔ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہو۔ ہمارا ذبیحہ کھاتا ہو۔ پس یہ شخص مسلمان ہے جس کے لئے اللہ کا اور اس کے رسول کا عہد ہے۔ پس اللہ کے عہد کو مت توڑو۔

(صحیح بخاری ص ۵۶ ج ۱)

ظاہر ہے کہ اس حدیث کا یہ منشا نہیں کہ ایک شخص خواہ خدا اور رسول کا منکر ہو۔ قرآن کریم کے قطعی ارشادات کو جھٹلاتا اور مسلمانوں سے الگ عقائد رکھتا ہو تب بھی وہ ان تین کاموں کی وجہ سے مسلمان ہی شمار ہو گا۔ نہیں بلکہ حدیث کا منشا یہ ہے کہ نماز، استقبال قبلہ اور ذبیحہ کا معروف طریقہ صرف مسلمانوں کا شعار ہے جو اس وقت کے مذاہب عالم سے ممتاز رکھا گیا تھا۔ پس کسی غیر مسلم کو یہ حق حاصل نہیں کہ عقائد کفر رکھنے کے باوجود ہمارے اس شعار کو اپنائے۔ چنانچہ حافظ بدر الدین عینیؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

واستقبال قبلتنا مخصوص بنا

اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرنا ہمارے ساتھ مخصوص ہے

(عمدۃ القاری ص ۲۹۶ ج ۲)

اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

وحكمة الاقتصار على ما ذكر من الأفعال أن من يقر بالتوحيد من أهل الكتاب وإن صلّوا واستقبلوا وذبحوا لكنّهم لا يصلون مثل صلاتنا ولا يستقبلون قبلتنا ومنهم من يذبح بغير الله ومنهم من لا يأكل ذبيحتنا والاطلاع على حال المرء فى صلاته وأكله يمكن بسرعة فى أوّل يوم بخلاف غير ذلك من

أمور الدين (فتح الباری ص۔۴۱۷۔ج۱)

اور مذکورہ بالا افعال پر اکتفا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ توحید کے قائل ہوں وہ اگر چہ نماز بھی پڑھتے ہوں۔ قبلہ کا استقبال کرتے ہوں اور ذبح بھی کرتے ہوں لیکن وہ نہ تو ہمارے جیسی نماز پڑھتے ہیں نہ ہمارے قبلہ کا استقبال کرتے ہیں اور ان میں سے بعض غیر اللہ کے لئے ذبح کرتے ہیں۔ بعض ہمارا ذبیحہ نہیں کھاتے اور آدمی کی حالت نماز پڑھنے اور کھانا کھانے سے فوراً پہلے دن پہچانی جاتی ہے۔ دین کے دوسرے کاموں میں اتنی جلدی اطلاع نہیں ہوتی۔ اس لئے مسلمان کی تین نمایاں علامتیں ذکر فرمائیں۔

(فتح الباری ص ۴۱۷ ج ۱)

اور شیخ ملا علی القاری لکھتے ہیں:

إنما ذكره مع اندراجه فی الصلاة لأن القبلة أعرف؛ لأن كل أحدٍ يعرف قبلته وإن لم يعرف صلاته ولأن فی صلاتنا ما يوجد فی صلاة غيرنا واستقبال قبلتنا مخصوص بنا

نماز میں استقبال قبلہ خود آتا ہے مگر اس کو الگ ذکر فرمایا۔ کیونکہ قبلہ اسلام کی سب سے معروف علامت ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے قبلہ کو جانتا ہے۔ خواہ نماز کو نہ جانتا ہو اور اس لئے بھی کہ ہماری نماز کی بعض چیزیں دوسرے مذاہب کی نماز میں بھی پائی جاتی ہیں مگر ہمارے قبلہ کی جانب منہ کرنا یہ صرف ہماری خصوصیت ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح ص ۷۲ ج ۱)

ان تشریحات سے واضح ہوا کہ "استقبال قبلہ" اسلام کا اہم ترین شعار اور مسلمانوں کی معروف ترین علامت ہے۔ اسی بنا پر اہل اسلام کا لقب "اہل قبلہ" قرار دیا گیا ہے پس جو شخص اسلام کے قطعی متواتر اور مسلمہ عقائد کے خلاف کوئی عقیدہ

رکھتا ہو وہ "اہل قبلہ" میں داخل نہیں نہ اسے استقبال قبلہ کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

محراب اسلام کا شعار ہے

مسجد کے مسجد ہونے کے لئے کوئی مخصوص شکل و وضع لازم نہیں کی گئی لیکن مسلمانوں کے عرف میں چند چیزیں مسجد کی مخصوص علامت کی حیثیت میں معروف ہیں۔ ایک ان میں سے مسجد کی محراب ہے جو قبلہ کا رخ متعین کرنے کے لئے تجویز کی گئی ہے۔ حافظ بدر الدین عینی عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں۔

ذكر أبو البقاء أنّ جبريل عليه الصلاة والسلام وضع محراب رسول الله ﷺ مسامة الكعبة وقيل: كان ذلك بالمعاينة بأن كشف الحال وأزيلت الحوائل فرأى رسول الله ﷺ الكعبة فوضع قبلة مسجده عليها

(ترجمہ) اور ابو البقاء نے ذکر کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے کعبہ کی سیدھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محراب بنائی اور کہا گیا ہے کہ یہ معائنہ کے ذریعہ ہوا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے پردے ہٹا دیئے گئے اور حالت آپؐ پر منکشف ہوگئی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کو دیکھ کر اپنی مسجد کا قبلہ رخ متعین کیا۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری ص ۲۹۷ ج ۲)

اس سے دو امر واضح ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ محراب کی ضرورت تعین قبلہ کے لئے ہے تاکہ محراب کو دیکھ کر نمازی اپنا قبلہ رخ متعین کر سکے۔ دوم یہ کہ جب سے مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی، اسی وقت سے محراب کا نشان بھی لگا دیا گیا۔ خواہ حضرت جبریل

علیہ السلام نے اس کی نشاندہی کی ہو۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ کشف خود ہی تجویز فرمائی ہو۔ البتہ یہ جوف دار محراب جو آجکل مساجد میں "قبلہ رخ" ہوا کرتی ہے، اس کی ابتداء خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس وقت کی تھی جب وہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں مدینہ طیبہ کے گورنر تھے (وفاء الوفاء صفحہ ۵۲۵ ومابعد) یہ صحابہ و تابعین کا دور تھا اور اس وقت سے آج تک مسجد میں محراب بنانا مسلمانوں کا شعار رہا ہے۔ فتاوی قاضی خان میں ہے:

وجهة الكعبة تعرف بالدليل، والدليل في الأمصار والقرى المحاريب التي نصبتها الصحابة والتابعون رضي الله عنهم أجمعين، فعلينا اتباعهم في استقبال المحاريب المنصوصة

(ترجمہ) اور قبلہ کا رخ کسی علامت سے معلوم ہو سکتا ہے اور شہروں اور آبادیوں میں قبلہ کی علامت وہ محرابیں ہیں جو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے بنائیں۔ پس بنی ہوئی محرابوں میں ہم پر ان کی پیروی لازم ہے۔

(البحر الرائق ص ۲۸۵ ج ۱)

یعنی یہ محرابیں، جو مسلمانوں کی مسجدوں میں صحابہ و تابعین کے زمانے سے چلی آئی ہیں۔ دراصل قبلہ کا رخ متعین کرنے کے لئے ہیں اور اوپر گزر چکا ہے کہ استقبال قبلہ ملت اسلامیہ کا شعار ہے اور محراب جہت قبلہ کی علامت کے طور پر مسجد کا شعار ہے۔ اس لئے کسی غیر مسلم کی عبادت گاہ میں محراب کا ہونا ایک تو اسلامی شعار کی توہین ہے۔ اس کے علاوہ ان محراب والی عبادت گاہوں کو دیکھ کر ہر شخص انہیں "مسجد" تصور کرے گا اور یہ اہل اسلام کے ساتھ فریب اور دغا ہے، لہٰذا جب تک کوئی غیر مسلم گروہ مسلمانوں کے تمام اصول و عقائد کو تسلیم کر کے مسلمانوں کی جماعت میں شامل نہیں ہوتا۔ تب تک اس کی "مسجد نما" عبادت گاہ عیاری اور مکاری کا بدترین اڈا ہے

جس کا اکھاڑنا مسلمانوں پر لازم ہے، فقہائے امت نے لکھا ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم بے وقت اذان دیتا ہے تو یہ اذان سے مذاق ہے۔

إن الكافر لو أذن فى غير الوقت لا يصير به مسلما لأنه يكون مستهزأ

کافر اگر بے وقت اذان کہے تو وہ اس سے مسلمان نہیں ہو گا کیونکہ وہ دراصل مذاق اڑاتا ہے۔

(شامی ص ۳۵۳ ج ۱ آغاز کتاب الصلوٰۃ)

ٹھیک اسی طرح سے کسی غیر مسلم گروہ کا اپنے عقائد کفر کے باوجود اسلامی شعائر کی نقالی کرنا اور اپنی عبادت گاہ مسجد کی شکل میں بنانا دراصل مسلمانوں کے اسلامی شعائر سے مذاق ہے اور یہ مذاق مسلمان برداشت نہیں کر سکتے۔

اذان۔

مسجد میں اذان نماز کی دعوت کے لئے دی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مشورہ ہوا کہ نماز کی اطلاع کے لئے کوئی صورت تجویز ہونی چاہئے۔ بعض حضرات نے گھنٹی بجانے کی تجویز پیش کی۔ آپ نے اسے یہ کہہ کر رد فرما دیا کہ یہ نصاریٰ کا شعار ہے۔ دوسری تجویز پیش کی گئی کہ بوق (باجا) بجا دیا جائے۔ آپ نے اسے بھی قبول نہیں فرمایا کہ یہ یہود کا وطیرہ ہے۔ تیسری تجویز آگ جلانے کی پیش کی گئی۔ آپؐ نے فرمایا یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے۔ یہ مجلس اس فیصلہ پر برخاست ہو گئی کہ ایک شخص نماز کے وقت اعلان کر دیا کرے کہ نماز تیار ہے۔ بعد ازاں بعض حضرات صحابہ کو خواب میں اذان کا طریقہ سکھایا گیا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور اس وقت سے مسلمانوں میں یہ اذان رائج ہوئی۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۰)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس واقعہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهذه القصة دليل واضح على أن الأحكام إنما شرعت لأجل المصالح وإن للاجتهاد فيها مدخلا، وإن التيسير أصل أصيل، وإن مخالفة أقوام تمادوا في ضلالتهم فيما يكون من شعائر الدين مطلوب وإن غير النبي ﷺ قد يطلع بالمنام أو النفث في الروع على مراد الحق لكن لا يكلف الناس به ولا تنقطع الشبهة حتى يقره النبي ﷺ واقتضت الحكمة الإلهية أن لا يكون الأذان صرف إعلام وتنبيه، بل يضم مع ذلك أن يكون شعائر الدين بحيث يكون النداء به على رؤوس الخامل والتنبيه تنويها بالدين ويكون قبوله من القوم آية انقيادهم لدين الله

(ترجمہ) اس واقعہ میں چند مسائل کی واضح دلیل ہے۔ اول یہ کہ احکام شرعیہ خاص مصلحتوں کی بنا پر مقرر ہوئے ہیں، دوم یہ کہ اجتہاد کا بھی احکام میں دخل ہے۔ سوم یہ کہ احکام شرعیہ میں آسانی کو ملحوظ رکھنا بہت بڑا اصل ہے۔ چہارم یہ کہ شعائر دین میں ان لوگوں کی مخالفت جو اپنی گمراہی میں بہت آگے نکل گئے ہوں۔ شارع کو مطلوب ہے۔ پنجم یہ کہ غیر نبی کو بھی بذریعہ خواب یا القاء فی القلب کے مراد الٰہی کی اطلاع مل سکتی ہے مگر وہ لوگوں کو اس کا مکلف نہیں بنا سکتا اور نہ اس سے شبہ دور ہو سکتا ہے جب تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تصدیق

نہ فرمائیں۔ اور حکمت الٰہی کا تقاضا ہوا کہ اذان صرف اطلاع اور تنبیہ ہی نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ وہ شعائر دین میں سے بھی ہو کہ تمام لوگوں کے سامنے اذان کہنا تعظیم دین کا ذریعہ ہو اور لوگوں کا اس کو قبول کر لینا ان کے دین خداوندی کے تابع ہونے کی علامت ٹھہرے۔

(حجتہ اللہ البالغہ ص ۴۷۴ مترجم)

حضرت شاہ صاحبؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اذان اسلام کا بلند ترین شعار ہے اور یہ کہ اسلام نے اپنے اس شعار میں گمراہ فرقوں کی مخالفت کو ملحوظ رکھا ہے۔ فتح القدیر ص ۱۶۷ فتاویٰ قاضی خاں اور البحر الرائق وغیرہ میں تصریح کی گئی ہے کہ اذان دین اسلام کا شعار ہے۔ فقہائے کرام نے جہاں موذن کے شرائط شمار کئے ہیں وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ موذن مسلمان ہونا چاہئے۔

وأما الإسلام ينبغي أن يكون شرط صحة فلا يصح أذان كافر على أى ملة كان

موذن کے مسلمان ہونے کی شرط بھی ضروری ہے پس کافر کی اذان صحیح نہیں خواہ کسی مذہب کا ہو۔

(البحر الرائق ص ۲۶۴ ج ۱)

فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ موذن اگر اذان کے دوران مرتد ہو جائے تو دوسرا شخص اذان کہے۔

ولو ارتد المؤذن بعد الأذان لا يعاد وإن أعيد فهو أفضل كذا فى سراج الوهاج، وإذا ارتد فى الأذان فالأولى أن يبتدئ غيره وإن لم يبتدئ غيره وأتمه جاز، كذا فى فتاوى قاضى خان

اگر موذن اذان کے بعد مرتد ہو جائے تو اذان دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ اگر لوٹائی جائے تو افضل ہے اور اگر اذان کے دوران مرتد ہو گیا تو

بہتر یہ ہے کہ دوسرا شخص نئے سرے سے اذان شروع کرے تاہم اگر دوسرے شخص نے باقی ماندہ اذان کو پورا کر دیا تب بھی جائز ہے۔
(فتاویٰ عالم گیری ص ۵۴ ج ا مطبوعہ مصر)

مسجد کے مینار

مسجد کی ایک خاص علامت، جو سب سے نمایاں ہے، اس کے مینار ہیں۔ میناروں کی ابتداء بھی صحابہ و تابعین کے زمانہ سے ہوئی۔ مسجد نبوی میں سب سے پہلے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز، نے مینار بنوائے (وفاء الوفاء ص ۵۲۵) حضرت مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں وہ حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں مصر کے گورنر تھے۔ انہوں نے مصر کی مساجد میں مینار بنانے کا حکم فرمایا (الاصابہ ص ۴۱۸ ج ۳) اس وقت سے آج تک کسی نہ کسی شکل میں مسجد کے لئے مینار ضروری سمجھے جاتے ہیں مسجد کے مینار دو فائدوں کے لئے بنائے گئے۔ اول یہ کہ بلند جگہ نماز کی اذان دی جائے چنانچہ امام ابو داؤدؒ نے اس پر ایک مستقل باب باندھا ہے۔

الأذان فوق المنارة

حافظ جمال الدین الزیلعی نے نصب الرایہ میں حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے۔

من السنة الأذان في المنارة والإقامة في المسجد
(ص-۲۹۳-ج۱)

سنت یہ ہے کہ اذان مینارہ میں ہو اور اقامت مسجد میں۔

مینار مسجد کا دوسرا فائدہ یہ تھا کہ مینار دیکھ کر ناواقف آدمی کو مسجد کے مسجد ہونے کا علم ہو سکے۔ گویا مسجد کی معروف ترین علامت یہ ہے کہ اس میں قبلہ رخ محراب ہو، منبر ہو، مینار ہو، وہاں اذان ہوتی ہو، اس لئے کسی غیر مسلم کی عبادت گاہ میں ان چیزوں کا پایا جانا اسلامی شعار کی توہین ہے اور جب قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم

تسلیم کیا جاچکا ہے تو انہیں مسجد یا مسجد نما عبادت گاہ بنانے اور وہاں اذان واقامت کہنے کی اجازت دینا قطعاً جائز نہیں۔ ہمارے ارباب اقتدار اور عدلیہ کا فرض ہے کہ غیر مسلم قادیانیوں کو اسلامی شعائر کے استعمال سے روکیں اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ پوری قوت اور شدت سے اس مطالبہ کو منوائیں حق تعالیٰ اس ملک کو منافقوں کے ہر شر سے محفوظ رکھے۔

تصدیق مولانا مفتی محمودؒ صدر پاکستان قومی اتحاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسّلام علی من لا نبی بعدہ

احقر نے رسالہ ہذا کا بالاستیعاب مطالعہ کیا، فاضل مولف نے پوری تحقیق سے ثابت کر دیا کہ مسجد صرف مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہے، امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے، کسی بھی کافر کو، مسجد، کے نام سے کوئی عمارت بنانا جائز نہیں۔ قرآن کریم کی آیات کی تصریحات اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منظومات اس کے شاہد عدل ہیں، مسجد ضرار، کی تعمیر اور پھر اسے گرانا اور جلانا ثابت کرتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں اور منافقوں کی اس تعمیر شدہ مسجد کو، مسجد، تسلیم نہ فرمایا، اگرچہ انہوں نے اسلام کا جھوٹا دعویٰ کر کے اسے تعمیر کیا تھا ـــــ لہٰذا مرزائیوں کی بنائی ہوئی مسجد کو بھی مسجد تسلیم نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ اسلام کا ظاہری دعویٰ کرنے کے باوجود بھی وہ دستور پاکستان کی دوسری ترمیم کی رو سے کافر ہیں، اور ان کی تعمیر کردہ مسجد، مسجد ضرار، کے ساتھ پوری مماثلت، مشابہت بلکہ یگانگت رکھتی ہے، لہٰذا اس کا بھی شرعی حکم وہی ہوگا۔ واللہ اعلم۔

تصدیق مفتیان خیرالمدارس ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرزائی دائرہ اسلام سے خارج اور یہود و نصاریٰ اور سکھ و ہنود کی طرح مسلمانوں سے ایک الگ فرقہ ہے لہٰذا جس طرح دیگر مذاہب نے اپنی اپنی عبادت گاہوں کا نام الگ رکھا ہے اسی طرح خود مرزائیوں کا فرض تھا کہ وہ اپنی عبادت گاہ مسلمانوں سے الگ کر لیتے، تاکہ جھگڑا فساد نہ ہوتا اور رواداری قائم رہتی، مگر افسوس ہے کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا، بلکہ تمام اسلامی اصطلاحات کو اپنے اوپر چسپاں کر کے مسلمانوں سے پر فریب کھیل کھیلا۔ مرزائیوں کا یہ رویہ مسلمانوں کے لئے جس درجہ اشتعال انگیز ہے وہ ظاہر ہے۔ اس لئے حکومت کا فرض ہے کہ اسلامی شعائر کا تحفظ کرے اور قانون کے ذریعہ غیر مسلموں کو اسلام کو کھلونا بنانے سے باز رکھے۔

ہم نے رسالہ "مرزائی اور مسجد" کا مطالعہ کیا ہے جس میں قرآن کریم اور حدیث کے ٹھوس دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مسجد کے نام سے کسی غیر مسلم کا عبادت خانہ قائم کرنا اسلام سے بدترین مذاق ہے۔ مسجد صرف مسلمانوں کا حق ہے۔

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیرالمدارس ملتان

تصدیق مرزا یوسف حسین مبلغ اسلام

سربراہ مجلس عمل علمائے شیعہ پاکستان، لاہور

باسمہ سبحانہ، مسجد لغت میں سجدہ کی جگہ کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اس جگہ کا نام ہے جو مسلمانوں کی نماز کے لئے وقف کر دی جائے اور اس کی محراب قبلہ کی جانب ہو۔

دنیا کے مختلف مذاہب اپنے اپنے طریقہ سے عبادت کرنے کے لئے عبادت گاہیں بناتے رہے ہیں مگر ان کے نام بھی مختلف ہیں کسی غیر مسلم عبادت گاہ کا نام مسجد نہیں ہے سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مقام قبا میں اور اسکے بعد مدینہ منورہ میں مسجد تعمیر فرمائی۔ اس کی پیروی میں اس وقت سے اب تک مسلمان ہر خطہ میں معبود حقیقی کی عبادت کے لئے مساجد تعمیر کرتے رہے ہیں روز اول سے آج تک حسب ارشاد رسول مقبول اس کا نام مسجد ہے۔

متعدد آیات قرآن واحادیث رسول شاہد ہیں کہ مسلمانوں کے سوا کسی غیر مسلم کو مسجد کے نام سے عبادت گاہ تعمیر کرنے کا حق نہیں ہے اور نہ اسے کسی مسجد میں داخل ہونے کا حق ہے اس لئے کہ مسجد پاک جگہ ہے اور خدائے قدوس کی عبادت کے لئے تعمیر کی جاتی ہے اسے طہارت کے ساتھ تعمیر کرنا اور اس کی پاکیزگی کی حفاظت کرنا مسلمانوں پر فرض ہے اس لئے غیر مسلم جو نجس ہیں اس میں داخل نہیں ہو سکتے اور جو شخص یا گروہ اصول دین یا ضروریات دین کا منکر ہو وہ کافر اور ناپاک ہے اور چونکہ فرقہ مرزائی ضروریات دین خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا منکر ہے اور ان کا کفر متفق علیہ اور مسلم ہے اس لئے انہیں حق نہیں ہے کہ اسلام کی مخصوص عبادت گاہ یعنی مسجد کے نام پر اپنی عبادت گاہ کا نام مسجد رکھیں۔ یا اس وضع کی عبادت گاہ بنائیں جس وضع کی مسلمان مساجد تعمیر کرتے ہیں صدر اسلام میں منافقین نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسجد النبی کے مقابلہ میں ایک مسجد تعمیر کی تھی۔ قرآن مجید میں اسے مسجد ضرار فرمایا گیا اور حسب حکم خداوندی رسول اسلام نے اسے منہدم کرا دیا تاکہ مسجد کا تقدس محفوظ رہے اور منافقین کو اس کے ذریعہ نہ تفریق بین المسلمین کا موقع مل سکے اور نہ مسلمانوں کو ضرر پہنچنے کا اڈا قائم رہ سکے اور نہ وہ اپنے پوشیدہ کفر کی نشر و اشاعت کر سکیں۔ یہی خطرات ہر اس عبادت گاہ میں ہیں جسے غیر مسلم تعمیر کر کے اس کا نام مسجد رکھ لیں اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل کریں۔

﴿إن الله لا يضيع أجر المحسنين﴾

مرزا یوسف حسین عفی عنہ